ثمینہ سیف
اسسٹنٹ پروفیسر اُردو، پی ایچ۔ڈی اسکالر (اُردو)
گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج برائے خواتین
سمن آباد، لاہور

اُردو داستانی ادب میں ڈاکٹر گیان چند جین کی خدمات

(''اُردو کی نثری داستانیں'' کے تناظر میں)

Abstract:
Dr. Gyan Chand Jain owns a distinguished status among the pioneers of Urdu Dastan's critics, and his writing "Urdu ki Nasri Dastaanen" possesses the status of being a milestone in the critique of Dastani literature. His critical ideology is basically a blend of exploratory thoughts and historical facts. The real beauty of his critique is reflected through the simplicity in his style of narration. He has covered the subjects of sociology, civilization, cultural aspects, imagery, style, storytelling and other literary and technical elements while using the analytical methods of criticism from beginning to the end. In this article, the effort to highlight different aspects of the explorative critique of Dr. Gyan Chand Jain has been done and it has been assessed how he has widened the horizon of Dastani literature's critical arena.

Key words: Dr. Gyan Chand Jain, Urdu Ki Nasri Dastanen, Criticism, Urdu Dastan, Stylistic Evaluation, Civilisation and Culture, Analytical Evaluation.

کلیدی الفاظ:

ڈاکٹر گیان چند جین، اُردو کی نثری داستانیں، تحقیق و تنقید، تجزیاتی مطالعہ، طرز بیان، تاریخی حوالے، عمرانی پہلو، استدلالی انداز۔

ڈاکٹر گیان چند جین اُردو زبان و ادب کے بلند پایہ مورخ، ماہر لسان، محقق اور نقاد ہیں۔ اُردو ادب کے حوالے سے ان کی مشہور و معروف تصنیف "اُردو کی نثری داستانیں" میں پہلی مرتبہ کثیر تعداد میں نثری داستانوں پر تفصیلاً تنقید کی گئی ہے۔ یہ کتاب ان کا ڈی۔ فل کا مقالہ تھا جو اب تین نظر ثانی ایڈیشنوں کے بعد یکسر مختلف شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ یہ امر بجا ہے کہ فطرت کی طرح فکر بھی ایک ارتقائی اور توسیعی عمل ہے اور تنقید علم و آگہی اور بصیرت کے بغیر آگے بڑھ نہیں پاتی اسی لیے جیسے جیسے نقاد کے علم و شعور میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اس کی تنقیدی فکر میں وسعت آتی جاتی ہے۔ چونکہ تنقید از خود دریافت اور بازیافت کے عمل سے گزرتی ہے اور ایسے ہی ڈاکٹر گیان چند جین نے اپنے مقالے کو بدلتے وقت کے تقاضوں کے تحت دریافت اور بازیافت کے مراحل سے گزارتے ہوئے نئے زاویوں سے اپنی داستانی تنقید کو تین ترامیم شدہ ایڈیشنوں کے بعد مزید نکھارا ہے۔ "اُردو کی نثری داستانیں" کے پہلے باب "عہد قدیم میں قصہ گوئی" میں ڈاکٹر گیان چند جین نے انسان کی ابتدائی فکر اور تخیل کو افسانوی ادب کی صورت میں یونان، مصر، فرانس، عراق، ہندوستان، جرمن، اٹلی، عرب اور ایران کی قدیم تہذیبوں کے تناظر میں دیکھا ہے۔ مزید بریں انہوں نے قدیم افسانوی ادب کو بالترتیب چار موضوعات فیبل (Fable)، متھ (Myth)، لیجنڈ (Legend) اور رومانس (Romance) میں تقسیم کیا۔ ان کی تحریر سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ داستان کو ایک اکائی اور نوع انسانی کا ورثہ سمجھتے ہیں جسے مشرق و مغرب میں تقسیم کرنا مناسب نہیں ہے۔ "اُردو کا قدیم افسانوی ادب: فن اور موضوع" کے عنوان سے دوسرے باب میں فن داستان گوئی کی ٹیکنیک، خصوصیات، عناصر ترکیبی، پلاٹ و قصّہ پن، کردار نگاری اور منظر نگاری پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ تیسرے باب "داستانوں کے فروغ و زوال کے اسباب" میں وہ اٹھارویں صدی میں دکنی دور کی تصنیف "سب رس" سے آغاز کرتے ہوئے "طلسم ہوشربا" اور بیسویں صدی تک آئے، بعد ازاں انہوں نے نذیر احمد کے ناولوں کو داستانوں کے لیے پیغامِ مرگ قرار دیا۔ ڈاکٹر گیان چند جین نے پہلے تین ابواب میں داستان کے فن، تاریخ، متعلقات اور تشکیلی عناصر پر مفصل لکھا ہے جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انہیں داستان کے فن اور اس کے بنیادی مباحث کا علم ہے۔ چوتھے باب "دکنی قصّے" میں انہوں نے اٹھارویں صدی میں لکھی گئی داستانیں مثلاً "داستانِ امیر حمزہ"، "طوطی نامہ" کے تراجم، "گلستان"، "انوار سہیلی"، "بہارِ دانش" کے تراجم "لیلیٰ مجنوں"، "قصّہ ملکہ زمان و کام کندلہ" اور "سنگھاسن بتیسی" کو صراحت سے بیان کیا جبکہ انیسویں صدی میں "قصہ کام روپ"، "قصّہ اگر گل" اور چند غیر معروف دکنی قصّوں ("حکایات الجلیلہ"، "قصہ ملکہ روم وفقیہ"، "قصہ قاضی و چور"، "قصہ

پوستی و بھنگی'' اور ''شمس النصائح'') پر مختصر اُروشنی ڈالی ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین اُردو داستان کو دکن کی خاک میں بالیدہ ہوتے ہوئے دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں:

''شمالی ہند کی حکایتوں اور داستانوں کے لیے زمین ہموار ہو چکی تھی۔ قابل غور یہ امر ہے کہ دکن میں اٹھارویں صدی ہی میں اتنے اچھی داستانیں وجود میں آئیں۔ زبان و بیان کے لحاظ سے ضرور تشنہ ہیں۔ یہی وہ بنیادیں تھیں جن پر ترقی دے کر باغ و بہار اور فسانہ عجائب کے ایوان تعمیر کیے گئے۔'' [۱]

''شمالی ہند میں داستان نویسی اٹھارھویں صدی میں'' اس تصنیف کا پانچواں باب ہے جس میں انہوں نے ''قصّہ مہر افروز و دلبر'' از عیسوی خاں کو تحقیقی و تنقیدی نظر سے دیکھا ہے۔ تحقیقی حوالے سے انہوں نے داستان کا مخطوطہ اور متن دیکھتے ہوئے مصنف اور اس کے زمانے کا درست تعین کیا اور تنقیدی حوالے سے اسلوب کا تجزیہ کرتے ہوئے اسے اُردو اور ہندی کا عطرِ مجموعہ [۲] کہا علاوہ ازیں انہوں نے پلاٹ، ضمنی کہانیوں، تہذیبی معاشرت، منظر نگاری، جذبات نگاری اور سماجی مرقع کشی جیسے ادبی و فنی حوالوں پر تنقید کرتے ہوئے داستان کو سراہا ہے۔ انہوں نے اٹھارویں صدی میں شمالی ہند کی دوسری دیگر اہم اور نمایاں داستانوں مثلاً ''نو طرزِ مُرصّع'' از میر محمد عطا حسین خاں تحسین، ''قصہ ملک محمد و گیتی افروز'' از مہر چند کھتری اور ''عجائب القصص'' از شاہ عالم ثانی پر پلاٹ، زبان اور تخیل کے حوالے سے تنقید کی ہے۔

''اُردو کی نثری داستانیں'' کا چھٹا باب ''فورٹ ولیم کالج کا دور''، ''داستانِ امیر حمزہ'' از خلیل علی خاں اشک، ''باغ و بہار'' از میر امن، ''آرائش محفل'' از حیدر بخش حیدری، ''مذہبِ عشق'' از نہال چند لاہوری، ''نثرِ بے نظیر'' از میر بہادر علی حسینی، '' ہفت گلشن'' از مظہر علی خاں ولا اور بنی نراین جہاں کی داستانوں کا احاطہ کرتا ہے۔ جبکہ ساتواں باب سنسکرت اور ہندی سے متاثر فورٹ ولیم کالج کی داستانوں (''بیتال پچیسی'' اور ''قصّہ مادھونل و کام کندلا'' از مظہر علی ولا، ''سنگھاسن بتیسی'' اور ''شکنتلا'' از کاظم علی جوان وللو لال اور ''توتا کہانی'' از حیدر بخش حیدری)، انشا کی ''کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی''، ''کلیلہ و دمنہ'' اور ''ہتو پدیش'' کے تراجم پر مشتمل ہے۔ آٹھویں باب میں رجب علی بیگ سرور (''فسانہ عجائب''، ''شگوفہ محبت''، ''گلزارِ سرور'' اور ''شبستان سرور'')، نیم چند کھتری (گل وصنوبر)، فخر الدین حسین سخن (سروش سخن)، جعفر علی شیون (طلسم حیرت) اور ناصر (قصّہ اگر وگل) کی داستانوں کا تنقیدی تجزیہ کیا گیا ہے۔ ''اُردو کی نثری

داستانیں'' کے نویں باب کو ''الف لیلہ'' کے مختلف تراجم کی تنقید سے سجایا گیا ہے۔ ''داستانِ امیر حمزہ'' کی مقبولیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر گیان چند جین نے دسواں اور گیارھواں بالترتیب دو باب اس شاہکار داستان کی تنقید اور تجزیاتی مطالعے کے لیے مختص کیے ہیں۔ تیرھویں یعنی آخری باب ''اُردو نثر میں داستانوں کا مقام'' میں انہوں نے اُردو نثر میں داستانی ادب کے مقام و مرتبہ کا تعین کرتے ہوئے اسے ماضی کا بیش بہا ورثہ قرار دیا ہے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ داستانوں کے حوالے سے دُنیا کی دوسری زبانوں میں اتنا وقیع سرمایہ محفوظ نہیں ہے جتنا اُردو ادب اپنے دامن میں محفوظ کیے بیٹھا ہے۔ بد قسمتی سے ایک طویل عرصہ تک اُردو دان طبقے نے اس سرمایۂ ادب کو دیوؤں اور پریوں کی جلوہ افروزیوں، طوطا مینا کی کہانیوں اور مبالغہ آرائیوں کا ڈھیر قرار دیتے ہوئے اس سے بے اعتنائی برتی ہے۔ اپنی روایت کے سلسلے میں ہم بہت دنوں تک ذہنی غلامی اور فکری پسماندگی کا شکار رہے اور یہ طلسم مغربی مستشرقین نے توڑا، تبھی ہم نے اپنا کھویا ہوا تہذیبی بیانیہ تلاش کیا۔ بیسویں صدی کے نصف دوم میں کلیم الدین احمد، سید وقار عظیم، ڈاکٹر سہیل احمد خاں اور ڈاکٹر گیان چند جین جیسے ناقدین آگے بڑھے اور ان داستانوں کی تہوں میں ایک قوم کی ثقافتی روح اور صدیوں پر محیط تہذیبی سماج کو جلوہ گر پایا جس پر بعد میں علم النفس اور نفسیات کی بنیادیں رکھی گئیں۔ ''اُردو کی نثری داستانیں'' دراصل ڈاکٹر گیان چند جین کا ایک ایسا قابلِ فخر کارنامہ ہے جس میں اُردو کی منثور داستانوں کی تاریخ اور داستان گوؤں کی فکر کو یکجا کرتے ہوئے بنیادی حوالے فراہم کیے گئے ہیں۔

ڈاکٹر گیان چند جین کا اختصاص ہے کہ انہوں نے داستانی ادب میں تنقید کو تحقیق کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی بنا ڈالی ہے اور اس حوالے سے وہ اپنے ہم عصر ناقدین میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے محققانہ تنقیدی خیالات اُردو کی نثری داستانوں کی تنقیدی تاریخ اور روایت میں ایک مستقل حیثیت رکھتے ہیں اور یہ کئی لحاظ سے داستانی تنقید کو وسیع اور کشادہ کرنے کا باعث ہیں۔ ان کے تنقیدی افکار میں رنگارنگی اور تحقیقی خیالات میں بوقلمونی ہے۔ داستانی ادب کی لسانی وادبی اہمیت واضح کرنے کے لیے وہ تنقید کا سہارا لیتے ہیں اور مصنف، داستان کا سنِ تصنیف اور مآخذ کی تلاش کرتے ہوئے وہ تحقیق کی ڈگر پر چلتے ہیں۔ لہٰذا تحقیق و تنقید ان کے یہاں ساتھ ساتھ چلتی ہیں اور دونوں میں توازن اور ہم آہنگی نظر آتی ہے۔ ''اُردو کی نثری داستانیں'' دیکھ کر یہ مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر گیان چند جین تحقیق سے تنقید کے لیے اچھا کام لیتے ہیں۔ ڈاکٹر ارتضیٰ کریم اس انداز کو سراہتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

"ڈاکٹر گیان چند جین کی یہ تحقیقی اور تنقیدی کاوش اس اعتبار سے بھی لائق صد تحسین ہے کہ انہوں نے اس کتاب کے ذریعے داستان کی تحقیق اور تنقید کی راہیں ہموار کیں۔ یہ کم بڑی بات نہیں کہ انہوں نے اُردو کی نثری داستانوں کے تمام اہم ماخذات کو یکجا کرنے کی کوشش کی اور ان پر تحقیق و تشکیک کی نظر ڈالی۔" ۳؎

داستانی نقاد اور محقق ہونے کے علاوہ وہ ادبی مُورّخ بھی ہیں، ان کا متخیلہ نہایت تیز ہے جو ماضی میں جھانکتے ہوئے داستانی ادب کے کرداروں کی تخلیقی زندگی اور ان کے طرزِ زیست کی مختلف صورتوں سے آگہی رکھتے ہیں۔ مُورّخ ہونے کی بدولت انہیں یہ امتیاز ہے کہ اوّلاً وہ ماضی شناس ہیں، دوم ان کا تاریخی شعور اعلیٰ پائے کا ہے اور سوم اُن کی ادبی بصیرت نے اُن کی ذہنی پرداخت اور تنقیدی زاویہ ہائے نظر کو مزید جلا بخشی ہے۔ بطور محقق، نقاد اور مُورّخ انہوں نے "اُردو کی نثری داستانیں" کی صورت میں ایک ایسا رنگارنگ گلدستہ سجایا ہے جس کے مختلف رنگ تخلیقی اندازِ نظر کے غماز ہیں۔ انہوں نے یہ باور کروایا ہے کہ تاریخ، تحقیق اور تنقید کے باہمی آمیزے سے بہترین فن پارہ تخلیق کیا جاسکتا ہے۔

داستانی ادب کے نقاد پر دوہری ذمہ داری ہوتی ہے اسے داستانوں کی تہذیبی تاریخ کو بھی کھنگالنا پڑتا ہے اور ان قدیم فن پاروں کی ادبی قدر و قیمت کو متعین کرنے کے لیے جدید و قدیم تنقیدی نظریات کے پیش نظر اصول بھی وضع کرنے پڑتے ہیں۔ یہ ایک مشکل اور کٹھن فریضہ ہے لیکن ڈاکٹر گیان چند جین "اُردو کی نثری داستانیں" میں تہذیبی محرکات اور ماخذات کو محقق کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور انتقادی بصیرت سے ان کی وضاحت کرنے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔

ڈاکٹر گیان چند جین کی یہ خوبی ہے کہ وہ داستانی ادب کے ماحول، سماجی محرکات اور تاریخی عوامل کے پس منظر کو بالائے طاق نہیں رکھتے ہیں، انہیں مغربی و مشرقی اصول نقد سے واقفیت ہے اور اس بات کا بھی بھرپور شعور ہے کہ ہر ادب اور زبان کا ایک خاص لسانی کردار اور مخصوص مزاج ہوتا ہے۔ انہوں نے جہاں ہر داستان کو پرکھتے ہوئے اس کی انفرادی خصوصیت کو اُجاگر کیا وہیں ہر داستان گو کو مخصوص تاریخی، سیاسی، سماجی اور لسانی پس منظر میں پرکھتے ہوئے ماضی کے ادب کی قدر و قیمت کا تعین کیا ہے۔ وہ بلا مبالغہ داستان کی ادبی روائتوں کی فہم و فراست رکھنے والے نقاد ہیں۔ ڈاکٹر گیان چند جین کے نزدیک داستانی ادب کے نقاد کے پیش نظر یہ بات ہونی چاہیے کہ وہ:

''کسی داستان پر محض اس کے پلاٹ کی وجہ سے ایمان نہیں لاتا وہ اس کی مخملی کونپلوں میں ادبیت کے گلِ تَر کی تلاش کرتا ہے اور اس تلاش میں اسے ناکامی نہیں سیری ہوتی ہے۔ اس کی سبدِ گُل دامانِ باغبان و کفِ گل فروش ہو جاتی ہے۔ داستان کے ادبی حسن کی دو ادائیں خصوص سے جنت نگاہ ہیں۔ اسلوب بیان اور تہذیب کی عکاسی۔'' ۴

ان کے نزدیک منثور داستانی ادب میں اسلوبِ بیان اور ہندوستانی تہذیب و ثقافت کی ترجمانی اہل نقد کے لیے دلکشی کا ذریعہ ہے۔ وہ مختلف داستانوں میں مختلف انداز نگارش کو کمال خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں مثلاً ''باغ و بہار'' اور ''نو آئینِ ہندی'' میں سلاست اور شستگی، ''فسانہ عجائب'' اور ''نو طرزِ مُرصّع'' میں مُرصّع کاری، ''طلسم ہوشرُبا'' اور ''فسانہ عجائب'' کو منظر نگاری کے بہترین بیانات، ''داستانِ امیر حمزہ'' کو جذبات نگاری کا بیانیہ، ''رانی کیتکی کی کہانی'' اور ''شکنتلا'' کو ہندی روایتی اسلوب اور ''الف لیلہ'' میں اسلامی تہذیب و ثقافت کی ترجمانی جیسی متنوع لسانی خصوصیات کا احاطہ کرتے ہیں۔ مزید بر آں انہوں نے ترجمہ کی گئی داستانوں میں مترجمین کی طبیعتوں اور مآخذ کے طرزِ نگارش کو بھی موضوع بحث بنایا ہے۔ در حقیقت زبان کی ساخت و بناوٹ میں داستان گو کی ذات، عہد، ماحول اور ادبی روایات کے شعوری یا غیر شعوری اثرات بدرجہ اتم موجود ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر گیان چند جین نے داستانی ادب پر تنقید کرتے ہوئے ان کے پیرایہ اظہار میں اصل مآخذ اور ترجمہ شدہ داستانوں کے اسالیب کا تقابلی مطالعہ بھی کیا ہے۔ مثال کے طور پر انہوں نے سنسکرت اور ہندی سے متاثر اُردو قصّوں ''بیتال پچیسی''، ''سنگھاسن بتیسی''، ''قصّہ مادھونل اور کام کندلا''، ''توتا کہانی'' اور ''شکنتلا'' پر تنقید کرتے ہوئے ہندی اور اُردو روایات کو خاطر میں رکھا ہے۔ انہوں نے مترجمین کے اسالیب کو ترجمہ پن کے اصولوں کے مطابق یا آزاد ترجمہ کے تحت جانچا ہے۔ ان کے تنقیدی خیالات میں محض لسانیات ہی نہیں بلکہ سماجیات، نفسیات اور حقیقت نگاری کے نظریات کا بھی چلن ہے۔ اُردو داستانی ادب میں ہندی آمیز ان داستانوں کے حوالے سے ان کے یہ خیالات داستانی ماحول، نفسیات اور حقیقت کا آئینہ ہیں:

''بیتال پچیسی اور سنگھاسن بتیسی جیسی کتابیں شوکت پارینہ کی ایک جھلک دکھاتی ہیں۔ ان سے ہند قدیم کی شادابی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ کہانیوں میں کسی قسم کے روزگار کا ذکر نہیں شاید یہ عصر کی شادابی نہیں بلکہ مصنف کی مستی، غفلت اور فراری ذہنیت کا نتیجہ ہو... یہ اُردو اور ہندی کی مشترکہ جاگیر ہیں۔'' ۵

موجودہ نسل کے لیے داستان ایک راز سربستہ ہے، ڈاکٹر گیان چند جین کا یہ امتیاز ہے کہ انھوں نے تنقید کرتے ہوئے داستانوں کی تفہیم بھی کی ہے تا کہ عصرِ حاضر میں داستان کا نیا قاری اس سے صحیح معنوں سے واقف اور آگاہ ہو سکے۔ انہوں نے "کلیلہ و دمنہ"، "ہتوپدیش" اور "شکنتلا" پر تنقید کرتے ہوئے جہاں ایک طرف فلسفہ، منطق، اساطیر، نفسیات اور دیومالائی مشکل اصطلاحات کی کثرت کے باوجود اپنے بیانات کو مبہم نہیں بننے دیا ہے وہیں دوسری طرف اخلاقیات اور حکایات بھرے قصوں کی تفہیم آسان کر دی ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین نے اپنے وسیع مطالعے اور گہرے تجزیے کو سادہ اسلوب سے پیش کرتے ہوئے "اُردو کی نثری داستانیں" میں شامل ہر داستان کو چیزے دیگر بنا دیا ہے۔ اُن کا دلنشین لب و لہجہ اور انداز بیان ان کی تنقیدی فکر میں موج تہہ نشین کی طرح سرایت کیے ہوئے ہے۔ انہیں اس چیز کا بھی بخوبی اندازہ ہے کہ تنقیدی فکر کے اظہار میں ابلاغ کا عنصر نہایت اہم ہوتا ہے، ان کے تنقیدی اسلوب میں سادگی کا حسن اور سلاست کا ایک سنجیدہ معیار شروع سے آخر تک برقرار رہتا ہے نیز وہ طوالت میں الجھنے سے گریز کرتے ہیں اور بڑے سلیقے سے اپنے انداز بیان کو گراں بار نہیں ہونے دیتے۔ ان تمام اوصاف کی بدولت ان کا پیرایہ دل آویز بھی ہے اور فکر انگیز بھی بہ ایں ہمہ ان کا تنقیدی اسلوب معتدل اور تخلیقی اُپج کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جس طرح ان کی علمی و ادبی شخصیت ہمہ جہت ہے اسی طرح "اُردو کی نثری داستانیں" میں بھی بے شمار تنقیدی جہات ہیں، مثلاً تاریخی جہت، لسانی جہت، سماجی جہت، تہذیبی جہت اور تحقیقی جہت۔ تنقید کا کوئی واحد ڈسپلن ان کے نزدیک کافی نہیں ہے، انہوں نے تنقید کے مختلف شعبوں سے رجوع کرتے ہوئے ایک مرکب قسم کا نظام اختیار کیا ہے۔ ان کا نظریہ تنقید بہت وسیع، ہمہ گیر اور کثیر رنگی ہے مثلاً ان کے ہاں مارکسی تنقیدی مکاتب خیال کے اثرات موجود ہیں، وہ ہر داستان کو اپنی معاشرت اور سماج کا آئینہ قرار دیتے ہوئے سوا تین سو سال کے نثری داستانی ادب میں معاشرت کا پھیلاؤ دیکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "عام طور پر یہ معاشرت ہند ایرانی یا مغل شاہی ہے اس میں کہیں محمد شاہی دلی کا شکوہ ہے تو کہیں نوابین اودھ کا طمطراق پرے جمائے ہے۔ باغ و بہار، فسانہ عجائب اور داستان امیر حمزہ میں دلی اور لکھنو کی زندگی کے کئی پہلو جگ مگ جگ مگ جھلکیاں دے رہے ہیں۔ فسانہ عجائب کے دیباچے میں نصیر الدین حیدر کا لکھنو اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ نظروں کے سامنے سے گزر جاتا ہے۔ بھولے بھٹکے دوسری تہذیبوں کے نقوش بھی دکھائی دیتے ہیں۔ سنگھاسن بتیسی، بیتال پچیسی، رانی کیتکی کی کہانی میں قدیم ہندوستان اپنے راجاؤں اور جوگیوں، راج کماریوں اور باندیوں کو

جلوس میں لیے موجود ہے۔ تو الف لیلہ کی کہانیوں میں شب رو خلیفہ ہارون الرشید کا بغداد، بصرہ اور موصل دعوت نظارہ دے رہے ہیں۔" ٦؎

ان کی داستانی تنقید میں جدید رجحانات و میلانات کا چلن ہے اور وہ داستانی ادب میں ماحول، تاریخیت اور زندگی کے تقاضوں کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ ان کے یہاں داستانوں کے مطالعے میں عمرانی، تاریخی اور معاشرتی حوالے بھی موجود ہیں نیز وہ فنی اور جمالیاتی قدروں کو بھی نظر انداز نہیں کرتے ہیں۔ انہوں نے داستانی ادب اور زندگی کو خاطر میں رکھتے ہوئے اپنے نقطہ ہائے فکر کو ایک حد تک سائنٹفک بھی بنایا ہے اور ترقی پسند بھی یہ امر قابل ذکر ہے کسی فن پارے پر تنقید کرتے ہوئے عہد کے تاریخی و سیاسی حالات کا ذکر کر دینا ترقی پسندی یا سائنٹفک تنقید نہیں ہے بلکہ اس بات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ ادب زندگی کی تعمیر اور انسانی شعور میں کتنا معاون ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین کو یہ تفوّق حاصل ہے کہ وہ داستانوں کو اپنے عہد کی طرز زیست اور انسانی مزاج و شعور میں ڈھلتے ہوئے پیش کرتے ہیں۔ "اُردو کی نثری داستانیں" کو پیش نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر آغا سہیل ان کی تنقید میں شروع سے آخر تک تحلیلی و تجزیاتی انداز اختیار کرنے کو مستحسن قرار دیتے ہیں۔ ۷؎ ڈاکٹر گیان چند جین کو داستانی ادب کی تنقید میں یہ انفرادیت حاصل ہے کہ انہوں نے تمام داستانوں کا تحلیلی و تجزیاتی مطالعہ کرتے ہوئے ان میں موجود ضمنی قصّوں میں باہم مماثلتوں کا ذکر کیا ہے، اس سے ان کی تنقید میں گہرائی، وسعت اور فکری رچاؤ نظر آتا ہے۔ وہ تقابلی طریقہ تنقید کا بھی استعمال بخوبی جانتے ہیں مثلاً اسلوب کے حوالے سے انہوں نے "نوطرزِ مُرصّع" اور "فسانہ عجائب" جیسی پُر تصنع اور پُر تکلف اسالیب والی دو داستانوں کا باہمی موازنہ کرتے ہوئے تحسینؔ کو اُس اسلوب کا بنیاد گزار قرار دیا جس کی نکھری ہوئی صورت مرزا رجب علی بیگ سرورؔ کے قلم میں ہے۔ ۸؎

ڈاکٹر گیان چند جین تقابلی جائزہ لیتے ہوئے داستانوں کے ساتھ ساتھ داستان گوؤں کے قلموں میں حسن و قبح کو متوازن انداز سے سامنے لاتے ہیں اور ایک استدلالی طریقہ تنقید اور تشریحی و توضیحی انداز سے دلائل فراہم کرتے ہوئے اپنے موقف کو بہترین انداز میں پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے "نو آئین ہندی" کی سلیس اور سادہ زبان کا موازنہ "باغ و بہار" سے کرتے ہوئے یہ لکھا ہے:

"عام خیال یہ ہے کہ میر امن وہ مجتہد تھے جنہوں نے عربیت کے طلسم کو توڑ کر پہلی بار شستہ و سلیس زبان لکھی۔ لیکن اجتہاد و اولیت کا جو سہرا باغ و بہار کے سر باندھا جاتا ہے وہ دراصل مہر چند

کھتری مہر کی داستان نو آئین ہندی کا حق ہے۔ یہ دعوی کرنے سے میر امن کا ادبی مرتبہ گھٹانا یا ان کی انشا پردازانہ خدمات کی تحقیر مقصود نہیں اور نہ مہر کو میر امن سے بڑھانا یا ان کے ہم پایہ قرار دینا ہے۔ مہر انشا پردازی کے شہسوار میر امن کا سر دامن بھی نہیں چھو پاتے لیکن اس کے باوجود یہ کہنا پڑتا ہے کہ زمانے نے مہر اور اس کی داستان کو طاق نسیاں کے سپرد کرکے ناانصافی ہی نہیں بلکہ مذاق سلیم سے بے گانگی کا ثبوت بھی دیا ہے۔" ۹

ڈاکٹر گیان چند جین خاصے ذہین اور منضبط فکر کے مالک نقاد ہیں جنہوں نے اپنے موقف کی توثیق کے لیے سائنٹفک سکول کی طرف رجوع کرتے ہوئے متوازن اور معتدل دلائل سے میر امن آور مہر چند کھتری مہر کی انفرادی خصوصیات اور تشخص کو اپنی اپنی جگہ مسلم قرار دیا ہے۔ پروفیسر ظہور الدین ان کے معروضی انداز نظر کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر جین کی تنقیدی بصیرت ان سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ جو کچھ بھی کہیں، اس کا ثبوت فراہم کرتے جائیں تاکہ ان کے وضع کیے ہوئے پیمانوں کو سمجھنے میں آسانی ہو، ان کی تنقید کی یہی معروضیت قارئین کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کرتی ہے۔" ۱۰

ان کے یہ معتدل، متوازن اور مثبت تنقیدی رویے داستانی ادب کی بقا کے ضامن ہیں۔ "اُردو کی نثری داستانیں" کے صفحات میں تحقیق میں تنقیدی شعور اور تنقید میں تحقیقی روشنی کی مثالیں جا بجا بکھری ہوئی ہیں اور یہی امتزاج اس تصنیف کی نمایاں خوبی ہے۔ تحقیق و تنقید کی ہم آہنگی کی بنا پر یہاں تنقید کی کئی سطحیں بیک وقت جلوہ گر ہیں۔ تنقیدی و فکری سطح بھی اور تحقیقی و تہذیبی سطح بھی۔ روایت کا ادبی سفر بھی اور داستان گوؤں کا تجزیہ بھی۔ داستانوں کا تنقیدی تجزیہ بھی اور مختلف تاریخی ادوار کا ذکر بھی۔ اسلوب اور طرز نگارش کا تجزیہ بھی اور لسانی تبدیلیوں کے مباحث بھی۔ ڈاکٹر گیان چند جین کی انفرادیت یہ ہے کہ ان کا اپنا انداز بیان داستان کے مزاج سے تَطابُق ہے۔ مشاہدہ کرنے سے یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ اوّلاً انہوں نے کثیر تعداد میں داستانوں کے ادبی و فنی اصولوں کو پرکھا، ثانیاً داستان گوؤں کو ذاتی پسند و ناپسند سے بالاتر ہو کر مخصوص تاریخی، سیاسی، سماجی اور لسانی پس منظر میں رکھتے ہوئے ان کی انفرادی خصوصیات کو اُجاگر کیا اور ثالثاً انہوں نے مختلف ادوار کی داستانوں کا تقابلی مطالعہ کرتے ہوئے جہاں خوبیوں کی تحسین کی وہیں انہوں نے لغزشوں پر تنقید بھی کی، ان کی داستانی ادب کی تنقید میں یہ سہ گانہ پہلو دیکھا جا سکتا ہے۔

الغرض داستانی ادب کی تنقید کے لیے جس نوع کے بین العلومی مطالعہ، وسیع النظری، اخاذ ذہن، ژرف نگاہی اور جانفشانی کی ضرورت ہے اس پر ڈاکٹر گیان چند جین پورے اترتے ہیں۔ اُردو داستانی ادب پر تنقید کرتے ہوئے وہ فراموش شدہ ثقافتی علامتوں کی دریافتِ نو کر کے ماضی کی طرف مراجعت کرتے ہوئے اُردو داستانوں کا تقابلی جائزہ عالمی، قدیم ہندی، عربی اور فارسی ادب سے بھی لیتے ہیں۔ ان کی تنقید میں مشرقی اور عالمی بصیرت بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ ''اُردو کی نثری داستانیں'' میں انہوں نے اُردو کے ان داستان گوؤں کو زندگی عطا کی جو جدیدیت کی رو میں بہہ کر معنوی طور پر مر چکے تھے۔ لہٰذا وہ اُردو داستان کے وہ مسیحا ہیں جنہوں نے اپنی تحقیقات اور تنقیدات سے نہ صرف اُردو کی نثری داستانوں کو آن بخشی بلکہ اس کے جسد میں نئی روح پھونکی۔ بلاشبہ اُردو کا یہ قدیم سرمایہ ان کی انتقادی بصیرت اور تحقیقی کارناموں کی بدولت عصر حاضر کے قاری کے لیے آسان فہم ہو گیا ہے۔ انہی تمام خصائص کی بنا پر شمس الرحمن فاروقی ان کو داد پیش کرتے ہوئے یوں تحریر کرتے ہیں:

> ''گیان چند کو داستان کا سب سے زیادہ کار آمد نقاد کہا جا سکتا ہے۔ بہ حیثیت مجموعی داستان کے تئیں ان کا رویہ ہمدردانہ اور غیر مربیانہ ہے۔ گیان چند کو داستان کی قوتوں اور ادبی خوبیوں کا بھی اچھا شعور ہے۔ وہ الفاظ کے بہت اچھے پارکھ ہیں اور داستان میں جو لسانی پھلجھڑیاں اور ایجادی قندیلیں روشن ہیں، ان سے ان کی آنکھوں میں عمومی جلن نہیں بلکہ ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے۔ جارج سینٹس بری George Saintsbury نے ارسطو کے حوالے سے لکھا ہے کہ ناممکن ہے کوئی شخص ارسطو کے ساتھ ذہنی معاملہ کئے بغیر تنقید کا کام شروع کرے اور اسے نقصان عظیم نہ اُٹھانا پڑے۔ کچھ ایسی بات داستان کی تنقید کے میدان میں قدم رکھنے والے کے بارے میں گیان چند کے حوالے سے کہی جا سکتی ہے۔'' ۱۱

شمس الرحمن فاروقی نے جو رتبہ اور اولیت تنقید میں ارسطو کو دی ہے وہی مقام انہوں نے اُردو داستانی تنقید میں ڈاکٹر گیان چند جین کو عطا کیا ہے۔ اس میں ہر گز دو رائے نہیں ہے کہ ڈاکٹر گیان چند جین نے ''اُردو کی نثری داستانیں'' میں اپنی تنقید کے سہارے داستانی ادب کے مطالعے کو وسعت دی اور تفہیم کی نئی راہوں کی نشاندہی کی جس سے مطالعے اور تجزیے کے نئے زاویے سامنے آئے، داستانی تنقید میں مزید نکھار آیا اور داستانی ادب ثروت مند بنا۔ مختصراً ڈاکٹر گیان چند جین منثور داستانی ادب میں ایک بالغ نظر اور مفکر نقاد کے حوالے

سے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے اور ''اُردو کی نثری داستانیں'' داستانی ادب کی تنقیدی تاریخ میں ایک اہم دستاویز ہے جسے ہر دور میں نثری داستانوں کے بنیادی حوالوں کے طور پر دیکھا جائے گا۔

حوالہ جات

۱۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، اُردو کی نثری داستانیں، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، اشاعت سوم، ۲۰۱۴ء، ص ۱۸۵

۲۔ ایضاً، ص ۱۹۸

۳۔ ارتضیٰ کریم، ڈاکٹر، اُردو فکشن کی تنقید، ملک بک ڈپو، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۱۱۷

۴۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، اُردو کی نثری داستانیں، ص ۷۹۰

۵۔ ایضاً، ص ۳۶۸

۶۔ ایضاً، ص ۷۹۲

۷۔ آغا سہیل، ڈاکٹر، دبستان لکھنو کے داستانی ادب کا ارتقاء، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، لاہور، طبع اوّل، دسمبر ۱۹۸۸ء، ص ۱۲۶

۸۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، اُردو کی نثری داستانیں، ص ۲۰۳

۹۔ ایضاً، ص ۲۰۷۔۲۰۸

۱۰۔ ظہور الدین، پروفیسر، داستان کی تنقید: گیان چند جین، مشمولہ اُردو کا داستانوی ادب، مرتب: ڈاکٹر علی جاوید، اُردو اکادمی، دہلی، ۲۰۱۱ء، ص ۱۳۳

۱۱۔ شمس الرحمن فاروقی، ساحری، شاہی، صاحب قرانی: داستان امیر حمزہ کا مطالعہ، جلد اوّل: نظری مباحث، قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، نئی دہلی، ۱۹۹۹ء، ص ۴۹۵